مولانا شہاب الدین ندوی
دار الشریعۃ، بنگلور۔ ۲۹ انڈیا

سورج کی موت اور قیامت

قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں

(قسط نمبر ۳)

ستارے امن کے پیامبر

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں ایک ہمہ دان (سب کچھ جاننے والی) اور ایک زبردست قوت والی ہستی ضرور موجود ہے جسکے اشاروں پر یہ کائنات وجود میں آئی ہے اور اسکے ایک شارے پر یہ فنا ہو جائے گی۔ چاند، سورج ستارے اور کہکشائیں سب کے سب اسی کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ان ربکم الله الذی خلق السماوات والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش، یغشی الیل النهار یطلبه حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له الخلق والامر تبارك الله احسن الخالقین (اعراف: ۵۴) "تمہارا رب یقیناً اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن (چھ مدارج) میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے جو اسکے پیچھے تیزی سے آجاتی ہے اور سورج چاند ستارے (سب کے سب) اسکے حکم کے تابع ہیں۔ جان لو کہ (تمام مخلوقات کو) پیدا کرنا اور ان پر حکم چلانا اسی کا کام ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہاں کا رب ہے" وسخرلکم الیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ان فی ذالك لا یات لقوم یعقلون (نحل: ۱۲) "اور اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگادیا ہے اور اسی کے حکم سے ستارے بھی زیر قابو ہیں۔ ان مظاہر میں سمجھنے والوں کیلئے (بہت سی) نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔"

اس لحاظ سے چاند ستارے اور تمام اجرام سماوی حکم الٰہی کے منتظر ہیں۔ جیسے ہی حکم ہوگا یہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ستارے آسمان کیلئے امن (کی

نشانی) ہیں جب وہ نیست ونابود ہو جائیں گے تو وقت موعود آجائے گا۔

النجوم امنة السماء فاذا اذهبت النجوم اتی السماء ماتوعد۔ (۳۸)

کسوف و خسوف اور حکمت نبوی

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ کسوف و خسوف (سورج گرہن اور چاند) گرہن کے جو مناظر ہر سال ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں وہ ایک حیثیت سے ہمارے لئے ایک تنبیہ کا درجہ رکھتے ہیں کہ چاند اور سورج کی روشنی کچھ لمحوں یا کچھ گھنٹوں کیلئے ہماری نگاہوں سے جو غائب ہو جاتی ہے' وہ قیامت کی یاد دلانے کی غرض سے ہے تا کہ انسان غفلت کی نیند سے بیدار ہو اور اللہ کی طرف رجوع وانابت کا راستہ اختیار کرے۔ اسی بناء پر رسول بر حق حضرت محمد ﷺ نے چاند اور سورج کو اللہ کی نشانیاں قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت أ حدمن النسا ولکهنما ایتان من ایات الله فاذا رأیتمو هما فقو موافصلوا۔ (۳۹) "سورج اور چاند کو کسی شخص کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لیکن یہ دونوں مظاہر اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم انہیں (سورج گرہن اور چاند گرہن) دیکھو تو نماز پڑھو۔" قدیم زمانے میں لوگوں کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی بڑے آدمی کی موت کے باعث واقع ہوتے ہیں۔ لہذا آپؐ نے اسکی تردید فرمائی۔ لیکن اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسوف و خسوف کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پچھلے صفحات میں مذکورہ حقائق کے مطابق ہمارے سورج کسی بھی وقت اچانک ایک "سرخ دیو" بن کر پھٹ سکتا ہے۔ چنانچہ جارج گیمو کے بیان کے مطابق "اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہماری کائنات میں اب تک چالیس ارب ستارے پھٹ چکے ہیں۔" (۴۰)

لہذا ہو سکتا ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر اچانک اسکی موت اور وقوع قیامت کا اعلان کر دیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "آخری وقت" میں رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار کی غرض سے نماز اور دعا کی دعوت دی ہو، تا کہ اہل اسلام کا خاتمہ بالخیر ہو سکے۔

واضح رہے کہ اس موقع پر راقم سطور نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ بعض احادیث کی روشنی

میں ایک قوی امکان نظر آتا ہے۔ چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب سورج گرہن واقع ہوا تو آپ فوراً نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور یہ کیفیت اسی بنا پر تھی کہ آپ پر شاید گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی اور پھر آپ نے ہمارے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، یہاں تک کہ سورج گرہن زائل ہو گیا پھر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے گہناتے نہیں۔ جب تم انہیں دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ یہ حدیث بخاری میں حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے، جسکے اصل الفاظ یہ ہیں: قال کنا عند رسول الله ﷺ فانکشفت الشمس، فقام النبی ﷺ یجررداء حتی دخل المسجد فدخلنا فصلی بنا رکعتی، حتی انجلت الشمس ۔ فقال النبی ﷺ ان الشمس والمقر لا ینکسفان لموت احد فاذار ایتمو ھما فصلوا وادعوا حتی ینکشف مابکم۔ (۴۱)

بخاری ہی کی ایک اور حدیث کے مطابق مخبر صادق حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اس مظہر قدرت کو دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو، تکبیر کہو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو پھر فرمایا کہ اے امت محمد! تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اللہ سے زیادہ غیرت مند ہو جب کہ اسکا کوئی بندہ یا اسکی کوئی بندی زنا کرے۔ اے امت محمد! اللہ کی قسم اگر تم میں وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ رؤو گے۔ (۴۲)

ایک اور حدیث کے مطابق مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کی غرض سے کسوف و خسوف کو وقوع میں لاتا ہے۔ ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله، لا ینکسفان لموت احد ولکن الله تعالیٰ یخوف بھما عبادہ (۴۳)

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ یہ دونوں مظاہر اللہ کی آیتوں (نشانات ربوبیت) میں سے ہیں جو کسی کی موت یا حیات کے باعث گہناتے نہیں۔ لہذا جب تم ان مظاہر کو دیکھو تو گھبراہٹ کے ساتھ نماز کیلئے دوڑ پڑو۔ قال : ھما آیتان من آیات الله لا یخسفان لموت احد ولا لحیاته فاذا رأیتمو ھما فافز عوا الی الصلاة ۔ (۴۴)

ﷴ

واضح رہے اس موقع پر لفظ 'فزع' لایا گیا ہے جسکے اصل معنی خوف کے ہیں اس موقع پر اس سے مراد یہ ہے کہ تم ایسے وقت نماز میں پناہ لو اور اللہ سے دعا مانگو تا کہ یہ حادثہ (بخیر وخوبی) ٹل جائے۔ (فا فزعوا الی الصلاۃ) أی الجاوا إلیها واستعینوا بها علی دفع الامر الحادث۔ (۴۵)

ان تمام احادیث سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کسوف وخسوف میں کوئی بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور یہ مظاہر وقوع قیامت کی واضح علامتوں میں سے ہیں۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ قیامت ایسے ہی مواقع پر واقع ہو جائے اور یہ بات اس لحاظ سے بھی بہت ممکن نظر آتی ہے کہ جب چاند سورج اور زمین تینوں ایک لائن میں آجائیں تو اس وقت سورج اچانک ایک "سرخ دیو (۴۶)" بن کر دھما کے کیساتھ پھٹ جائے۔ جسکے نتیجے میں وہ "سفید بونا (۴۷)" بن کر ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ اس طرح غالبا اس کی قوت "جذب وکشش" ختم ہو جائے گی اور پھر یہ تینوں اجرام آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے موقع پر ہمارے نظام شمسی کے دیگر سیارے بھی ایک ہی لائن میں ہوں (جیسا کہ بعض مواقع پر ہوتا ہے) اور سب کے سب یکبارگی ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔ اس قسم کے امکانات کو سمجھنا جدید فلکیاتی نظریات کی رو سے بہت آسان ہو گیا ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کے حقائق تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں کھل کھل کر سامنے آرہے ہیں جو ہمارے ایمان میں اضافے کا باعث ہیں۔ اسی لئے ارشاد باری ہے کہ قرآن عظیم نہ صرف "ہر چیز کی وضاحت کرنا والا" اور اہل ایمان کو خوشخبری سنانے والا ہے بلکہ وہ ان کے قدموں کو جمانے والا بھی ہے تا کہ دینوی افکار وحوادث ان کے پائے ثبات کو لرزا نہ سکیں۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وهدی ورحمة و بشری للمسلمین۔

"ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے"۔ (نحل: ۸۹)

قل نزله روح القدس من ربك بالحق لیثبت الذین امنوا وهدی وبشری للمسلمین

"کہہ دو کہ اس کلام کو روح القدس نے تیرے رب کی جانب سے حقانیت کیساتھ اتارا ہے تا کہ وہ

ایمان والوں کے قدموں کو جمادے۔ اور وہ اہل اسلام کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ (نحل : ۱۰۲)

کائنات کی منصوبہ بندی

اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ پوری کائنات ایک منصوبہ بند عمل ہے نہ کہ کوئی الل ٹپ وجود۔ اور اس کائنات کی کوئی بھی چیز اس حقیقت عظمیٰ کی تکذیب کرنے والی موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس جہاں کے تمام مظاہر اسی کی شہادت دے رہے ہیں اور سب کا ایک ہی "راگ" ہے کہ یہاں کی ہر چیز آنی جانی ہے اور چاند ستارے بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک ہمہ گیر "قانون قدرت" ہے۔ چنانچہ اس خدائی حکمت اور منصوبہ بندی کا اظہار حسب ذیل آیات میں کیا گیا ہے۔ وخلق کل شئی فقدره تقديرا : "اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسکا ایک اندازہ (منصوبہ) مقرر کیا (فرقان : ۲) انا کل شئی خلقنا بقدر وما امرنا الا واحدة کلمحٍ بالبصر "ہم نے ہر چیز یقیناً ایک اندازے (منصوبے) کیساتھ پیدا کی ہے۔ اور (کسی چیز کے وقوع کے بارے میں) ہمارا حکم بس ایک بات ہے (کہ ہو جا' اور وہ چیز ہو جاتی ہے) جیسا کہ پلک کا جھپکنا۔" (قمر : ۴۹۔۵۰)

چنانچہ اس کائنات میں تمام واقعات اسی خدائی پلان اور منصوبہ بندی کے تحت رونما ہو رہے ہیں۔ اسلئے فرمان خداوندی ہے کہ ہم نے یہ کائنات کھیل کود میں یا الل ٹپ پیدا نہیں کی۔

وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين " اور ہم نے زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان مظاہر کو کھیل کود میں پیدا نہیں کیا۔" (انبیاء : ۱۶)

بہر حال اس خدائی منصوبہ بندی کے تمام "اصول و ضوابط" قرآن اور نظام کائنات کی تطبیق کے ذریعہ دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ جیسا کے حسب ذیل آیت کریمہ اس خدائی ضابطے کا اعلان کر رہی ہے :

الله الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان ومایدریك لعل الساعة قریب : اللہ وہی ہے جس نے کتاب اور میزان دونوں حقانیت (مطابقت) کے ساتھ اتارا ہے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔ (شوریٰ : ۱۷)

اس موقع پر میزان سے مراد یہ پوری کائنات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کائنات کی ہر چیز اپنے نفیس ترین طبیعی ضوابط کی رو سے "میزان" کا ایک نمونہ ہے۔ یعنی اس جہاں رنگ وبو کی ہر چیز بالکل نپے تلے انداز میں رواں دواں ہے اور انکے اصولوں میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہو رہی ہیں چاہے وہ ایک ننھا سا ایٹم ہو یا ایک مکمل نظام شمسی۔ تمام حیوانات و نباتات اور جمادات و سماوات سب کے سب طبیعی ضوابط کے پابند ہیں اور پھر یہ تمام "اجزائے کائنات" مل کر ایک عظیم اور منظم عمل کی نشاندہی کر رہے ہیں جس کی تعبیر کے لئے "میزان" سے بہتر لفظ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نقطۂ نظر سے مظاہر کائنات کی مفصل شرح و تفسیر کی جائے تو اسکے لئے دفتروں کے دفتر بھی ناکافی ہونگے۔ میزان کے اس مفہوم کی تائید حسب ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے جن کے مطابق خلاق عالم نیز مین سے لے کر آسمان تک تمام مظاہر فطرت کو ایک "میزانی ضابطے کا پابند بنا رکھا ہے۔

الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان۔ والسماء رفعها ووضع المیزان ۔ الاتطغوا فی المیزان۔ (رحمان : ۵۔۸) "سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ نجم و شجر سر بسجود ہیں۔ (چنانچہ) اللہ نے آسمان کو اونچا اٹھایا اور (زمین سے آسمان تک) میزان رکھ دی۔ (پھر تمام مظاہر کائنات کو حکم دیا کہ) تم اس میزان سے تجاوز نہ کرو۔

<u>میزان کیا ہے ؟</u>

ان آیات کریمہ میں تین بنیادی حقائق بیان کئے گئے ہیں :

ا۔ تمام مظاہر کائنات قانون الہی کے پابند ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کی تعبیر کیلئے آفتاب و ماہتاب کے ایک حساب سے چلنے اور نجم و شجر کی طبعی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے۔ مفسرین نے لفظ "نجم" کے دو معنی بیان کئے ہیں : ایک بغیر تنے والی بیل اور دوسرے آسمانی ستارہ۔ (۴۸) غرض اس موقع پر بعض آسمانی اور بعض زمینی مظاہر کا تذکرہ کر کے گویا کہ یہ اشارہ کر دیا کہ زمین سے آسمان تک تمام مظاہر اسی طرح ایک مقررہ قانون کی پابندی کرتے ہوئے گویا کہ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی طبعی اعتبار سے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کر رہے ہیں، اسکے حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر درختوں کو سجدہ کرنے کا مفہوم کیا ہے ؟ تو اسکی تاویل دو طرح

سے کی گئی ہے: (الف (یہ سجدہ انقیادی اعتبار سے ہے) وسجودهما انقیادهما لله فیما خلقاله (۴۹) (ب) درختوں کے سامنے صبح شام سجدہ ریز رہتے ہیں۔ (واما یسجدان فانه عنی به سجود ظلهما) (۵۰)۔

اس موقع پر علامہ ابن جریرؒ نے اپنے اس قول کی تائید میں حسب ذیل آیت پیش کی ہے

ولله یسجد من فی السماوات والارض طوعا و کرها وظلالهم بالغدو والاصال۔ (رعد ۱۵) "زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ چار وناچار اللہ ہی کیلئے سجدہ ریز ہے اور صبح و شام انکے سائے بھی (سربسجود ہیں)"

اسی طرح حسب ذیل آیت کریمہ اس حقیقت پر دلیل ناطق ہے کہ تمام موجودات عالم اللہ تعالیٰ کو سجدہ کررہے ہیں۔ یعنی طبیعی ضوابط کی رو سے اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ الم تر ان الله یسجد له من فی السماوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس (حج: ۱۸) "اے مخاطب! کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ ہی کو سجدہ کررہا ہے۔ اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے لوگ بھی (اس کو سجدہ کررہے ہیں؟)"

اس اعتبار سے اس کائنات کی کوئی بھی شے خدائی حدود و ضوابط سے آزاد نہیں ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ بلکہ سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون اور نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔

واضح رہے لفظ "سجود" کے اصل معنی لغت کی رو سے خود سپردگی اور اطاعت کے ہیں۔ (اصل السجود الاستسلام والانقیاد لله عزو جل) (۵۱)۔

۲۔ خالق کائنات نے آسمان کو اونچا کرکے ایک "میزان" رکھ دی ہے۔ یعنی زمین سے آسمان تک ایک میزانی نظام قائم کردیا ہے۔ چنانچہ جمادات کا ایک نظام ہے، نباتات وحیوانات کا اپنا ایک الگ نظام ہے اور سماوات یا اجرام سماوی کا ایک منفرد نظام ہے اس طرح سب کے سب اپنے اپنے نظاموں کی پابندی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کررہے ہیں۔ چنانچہ ان نظاموں کے تفصیلی مطالعے کیلئے کئی ضخیم جلدیں درکار ہونگی۔ لیکن پھر بھی انکا حق ادا نہ ہوسکے گا۔ کیونکہ انسانی علم

نہایت درجہ ناقص ہے اگرچہ اس نے طبعی و حیاتیاتی علوم میں بے انتہا ترقی کرلی ہے۔ اور ایک ننھے سے ایٹم کا سینہ تک چیر کر اسرار و معارف کی ایک دنیا دریافت کرلی ہے۔ غرض ارض و سما' آفتاب و ماہتاب' دریا و پہاڑ' حجر و شجر' مرغ و ماہی اور حیوان و انسان سب کے سب ایک متعین و محکم نظام اور قانون ربوبیت میں بندھے ہوئے ہیں۔

میزان سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے تین اقوال ہیں (الف) زیادہ تر لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد "عدل" ہے۔ (ب) اس سے مراد ترازو ہے (یعنی تولنے والی شے)۔ (ج) اس سے مراد قرآن ہے۔ (۵۲)۔

راقم سطور نے اوپر جو تشریح کی ہے وہ پہلے قول کے مطابق ہے، یعنی تمام موجودات عالم اپنے طبعی نظاموں کے ذریعہ "عدل نظاموں کے ذریعہ "عدل" کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مگر میں نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ وسیع تر معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ قدیم مفسرین کا مفہوم ذرا محدود ہے۔ چنانچہ قدیم مفسرین میں سے حضرت مجاہدؒ اور حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے زمین میں عدل قائم کر کے اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ أی وضع فی الارض العدل الذی أمر به (۵۳)۔

اور علامہ بیضاویؒ نے اس مفہوم کی تشریح اس طرح کی ہے کہ میزان سے مراد 'عدل' ہے جس کو اس نے ہر ذی استعداد اور ہر حق دار کو اسکا حق بافراط عطا کیا جسکے باعث اس عالم کا معاملہ منظم اور درست ہو گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "عدل ہی کے ذریعہ ارض و سماوات قائم ہیں۔" (ووضع المیزان) العدل ، بان وفر علی کل مستعد مستحقه وفی کل ذی حق حقه حتی انتظم أمر العالم واستقام، کما قال علیه السلام "بالعدل قامت السماوات و الارض (۵۴)۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ تشریح مفہوم پر دلالت کر رہی ہے اور اس میں زمین و آسمان میں موجود تمام مظاہر آسکتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے یہ قرآنی لفظ میزان کی صحیح تفسیر ہے۔

۳۔ اور اس سلسلے میں تیسری حقیقت یہ ہے کہ تمام مظاہر فطرت کو حکم دیا گیا ہے کہ کوئی بھی

اس میزان سے تجاوز نہ کرے۔ یعنی خلاق عالم نے جس چیز کیلئے جو ضابطہ مقرر کر دیا ہے اس سے وہ تجاوز نہ کرے۔ چنانچہ زجاج سے منقول ہے کہ یہاں پر "الاتطغوا" کی معنی "لاتجاوز العدل" کے ہیں۔ (۵۵)۔ یعنی عدل الٰہی سے آگے نہ بڑھو۔ اور علامہ ابن کثیرؒ نے (الا تطغوا فی المیزان) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارض و سماوات کو حقانیت اور عدل کیساتھ پیدا کیا ہے، تاکہ تمام اشیاء حقانیت اور عدل کیساتھ قائم رہیں۔ أی خلق السموات والارض بالحق والعدل لتکون الاشیاء کلها بالحق والعدل (۵۶)۔

چنانچہ آپ اس عالم رنگ و بو کی کسی بھی چیز کا طبیعی (فزیکل) کیمیائی (کیمیکل)، حیاتیاتی (بیالوجیکل)' عضویاتی (آرگینیکل) تشریحی (اناٹومیکل) اور فعلیاتی) فزیالوجیکل) وغیرہ کسی بھی نقطہ نظر سے جائزہ لیجئے ہر چیز ایک نظام اور قانون کی پابند نظر آئیگی۔ جس سے وہ تجاوز نہیں کر رہی ہے۔ بالفاظ دیگر اشیائے عالم میں باقاعدگی، انتشار یا لاقانونیت نہیں ہے۔ مظاہر کائنات کے یہ نفیس ترین اور بے داغ قواعد و ضوابط ایک زبردست قوت والی اور کرشمہ ساز ہستی کے وجود کی خبر دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے باضابطہ اور حکیمانہ قوانین ایک ضابطہ ساز ہستی کے وجود کے بغیر خود بخود یا آپ سے آپ ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اس اعتبار سے وجود باری کا عقیدہ کسی تاریک دور کی بات یا کوئی خرافاتی چیز نہیں بلکہ علمی اور سائنٹفک نقطہ نظر سے ایک روشن ترین حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت عظمی کا انکار ایک غیر سائنٹفک بات بلکہ "تاریک خیالی" کی علامت ہے۔

طبیعی و شرعی میزان

اوپر جو کچھ کہا گیا وہ طبیعیاتی نقطۂ نظر سے ان آیات کریمہ کی شرح و تفسیر تھی۔ پھر اسکے بعد والی آیت میں انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان "اور تم وزن کو انصاف کیساتھ قائم کرو، اور میزان میں کمی وبیشی نہ کرو" (رحمٰن: ۹)۔ ان آیات کا حاصل یہ ہے چونکہ پوری کائنات نقاض فطرت کے بنائے ہوئے ضابطوں کے مطابق چل رہی ہے اس لئے نوع انسانی کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے اس رب مہربان کے شرعی واخلاقی ضوابط کو قبول کر کے مظاہر کائنات کی ہمساز و دمساز بن جائے اور انکے سُر میں اپنا سُر ملا

کر بار گاہ الٰہی میں سر بسجود ہو جائے۔ تاکہ پوری کائنات میں طبیعی و شرعی دونوں لحاظ سے یکسانیت پیدا ہو جائے۔ اسکے نتیجے میں طبیعی و شرعی دونوں "میزانیں" مل کر ایک عظیم الشان میزان بن جائیگی۔ چنانچہ انبیائے کرام کی سیرتیں "شرعی میزان" کا مکمل نمونہ ہوتی ہیں اسلئے انکی سیرتوں کو ایک آئیڈیل قرار دے کر انکی اتباع کرنے کی تاکید اسطرح کی گئی ہے: لقد ارسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "ہم نے اپنے رسولوں کو یقیناً کھلی نشانیوں کیساتھ بھیجا ہے اور انکے ساتھ کتاب اور میزان اتاردی ہے' تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں۔" (حدید: ۲۵)

بہر حال سورہ رحمان کی مذکورہ بالا آیات کے بعد پوری سورت میں نوع انسانی کو "دعوت ربوبیت" دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسانات جتائے گئے ہیں جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا ایک عقلی اور پیار بھرا طریقہ ہے۔ اور اس میں آخرت میں دیئے جانے والے انعامات کا تذکرہ بھی ہے۔ اس اعتبار سے اسمیں "ترغیب" کا پہلو غالب ہے۔

میزان صغریٰ و میزان کبریٰ

حاصل بحث یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں دو قسم کی میزانیں نازل کی ہیں: ایک میزان کبریٰ اور دوسری میزان صغریٰ۔ اور ان دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کی غرض سے نوع انسانی کو دعوت دی ہے کہ وہ میزان صغریٰ (انبیائے کرام کی سنت) کی پیروی کرتے ہوئے میزان کبریٰ سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرلیں، جسکے نتیجے میں انسان کی عاقبت درست ہو جائیگی اور وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے بچ جائے گا۔ ورنہ اپنے رب سے بغاوت اور سرتابی کے باعث اسکا انجام برا ہوگا۔ یہ ہے اسلام ایک عقلی اور سائنٹفک دعوت جو مدلل اور حکیمانہ و ناصحانہ انداز میں مذکور ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کی دعوت اور اسکی تعلیمات دور وحشت کی یادگار نہیں بلکہ موجودہ علمی و عقلی دور کی ایک ضرورت ہے۔ اور اس حقیقت افروز دعوت کا انکار انتہائی بدنصیبی کی علامت ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ضد و ہٹ دھرمی کا راستہ ترک کر کے اس غیبی آواز پر کان دھرے اور اپنی عاقبت کی فکر کرے۔ .... ((جاری ہے))